نکتۂ نظر

أنوار البصر فی تحقیق مسافة القصر

الشیخ أبو سعید محمد شفیق الجشتی الحنفی الکشمیری

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ الّذی أبدی الأفلاک و الأرضین. و خلق الانسان من صلصال من حماء مسنون. و بعث لهدایتهم الأنبیاء و المرسلین. و الصّلوٰة و السّلام علیٰ أفضل الأنبیاء و خاتم المرسلین المبعوث رحمة للعٰلمین. و علیٰ اٰله و أصحابه أجمعین مظهری الاسلام و مؤیدی الدین. و العلماء الراسخین الیٰ یوم الدین۔أما بعد:

سفر کا لغوی معنی:

السفر فی اللغة قطع المسافة من غیر تقدیر بمدة. لأنه عبارة عن الظهور۔

لغت میں سفر بغیر کوئی مدت مقرر کئے ہوئے مسافت طے کرنے کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ظہور سے عبارت ہے۔

سفر کا شرعی معنی:

هو قطع خاص یتغیر به الأحکام من قصر الصّلوٰة الرّباعیة. و اباحة الفطر. و امتداد مدة المسح الیٰ ثلاثة أیام. و سقوط وجوب الجمعة و العیدین و الأضحیة. و حرمة خروج الحرة من غیر محرم و غیرها۔ کذا فی العنایة و البنایة و رد المحتار و غیرها ملخصاً (۱)

شریعت میں اس خاص مسافت کے طے کرنے کو سفر کہا جاتا ہے جس سے چار رکعت والی نماز کی قصر، روزہ افطار کرنے کی اباحت، موزوں پر مسح کی مدت کے تین دن تک ہونے، جمعہ وعیدین اور اضحیہ کے وجوب

(۱) العنایة علیٰ هامش فتح القدیر: ج:۲، ص:۲، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة السفر، البنایة: ج:۳، ص: ۳، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر، رد المحتار: ج:۲، ص: ، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

مارمیت اذ رمیت، خواندۂ لیک جسمی درتحری ماندہ

کا ساقط اور آزاد عورت کے بغیر محرم کے نکلنے کی حرمت وغیرہ احکام متغیر ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ عنایہ بنایہ اور درمختار وغیرہ میں ہے ملخصا۔

وجہ تسمیہ:

قال الازهری: وسمّی المسافر مسافراً لکشفه قناع الکنّ عن وجهه، و منازل الحضر عن مکانه، و منزل الخفض عن نفسه، و بروزه الیٰ الأرض الفضاء، و سمّی السّفر سفراً، لأنّه یسفر عن وجوه المسافرین و أخلاقهم، فیظهر ما کان خافیاً منها۔ کذا فی لسان العرب (۱)

ازہری نے کہا کہ مسافر کو مسافر اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ سفر مسافر کی شخصیت کے مخفی پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے اس کے مکان سے دور منازل اور اس کے لئے خوشحالی کی جگہوں کو ظاہر کرتا ہے، اور وہ کھلی سرزمین میں ظاہر ہوتا ہے، اور سفر کو سفر اس لئے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مسافروں کی شخصیتوں اور ان کے اخلاق کو روشن کرتا ہے اور ان کے مخفی پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے

چار رکعت والی نماز کے قصر کی مشروعیت

قصر کی مشروعیت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے

قرآن سے ثبوت:

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: [وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا] الآية (النساء: ۱۰۱)

ترجمہ: جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

(۱) لسان العرب: ٦، ص: ۲۷۷

قصر حالت خوف وامن دونوں میں جائز ہے لیکن آیت میں قصر کو خوف پر معلق کرنا حالت واقعہ کی تقریر کے لئے ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سفر اس سے خالی نہ تھے

قال یعلیٰ بن أمیة لعمر بن الخطاب: ما لنا نقصر وقد أمنا ؟ فقال: سألت النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم. فقال: " صدقة صدق اللّٰہ بھا علیکم. فاقبلوا صدقته " أخرجه مسلم (۱)

یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا، ہم کیوں قصر کرتے ہیں حالانکہ ہم مأمون ہو چکے ہیں؟ تو حضرت عمر نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جواللہ تعالی نے تم پر کیا ہے اللہ تعالی کے صدقہ کو قبول کرو ۔

سنت سے ثبوت:

جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اس بارے میں متواتر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں کہ آپ اپنے حج وعمرہ وجہاد کے سفروں میں قصر فرماتے رہے ۔

وقال ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما: " صحبت النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فکان لا یزید فی السفر علیٰ رکعتین وأبو بکر وعمر وعثمان کذلك " متفق علیہ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں فرمایا کرتے تھے اور ابو بکر وعمر اور عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہم بھی اسی طرح قصر فرمایا کرتے تھے۔

اجماع سے ثبوت:

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص بھی اس سفر پر نکلا جس کی مثل

(۱) مسلم : کتاب صلاة المسافرین ، باب: ۱،

(۲) البخاری : کتاب قصر الصلوٰة ، :مسلم : کتاب صلوٰة المسافرین ، باب : ۱

میں قصر کی مشروعیت ہے خواہ وہ سفر واجب ہو جیسے حج کا سفر مسجد حرام کی طرف یا جہاد، ہجرت یا عمرہ کا سفر، یا مستحب سفر جیسے بھائیوں کی ملاقات یا مریضوں کی اعادت کے لئے سفر، یا مسجد نبوی یا مسجد اقصی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت، اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت، والدین یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کے لئے یا مشائخ وعلماء وصوفیاء کی زیارت اور طلب علم کے قصد سے سفر کرنا، یا سفر مباح ہو جیسے سیر وسیاحت اور تجارت کی غرض سے سفر کرنا، یا سفر مکرہ یعنی مجبوری کا سفر جیسے قیدی یا جلاوطنی کا سفر، یا سفر مکروہ جیسے اکیلے آدمی کا سفر کرنا۔

قصر کا شرعی معنی :

هو اختصار الصّلوٰة الرّباعية الىٰ ركعتين و الّذى يقصر اجماعاً هو الصلوٰة الرّباعيّة من ظهر و عصر و عشاء دون الفجر و المغرب ۔ لأنّه اذا قصر الفجر بقى منه ركعة ۔ ولا نظير لها من الفرض ۔ و اذا قصر المغرب الّذى هو وتر النهار بطل كونه وتراً ۔

قصر چار رکعت والی نماز کومختصر کر کے دو رکعتیں پڑھنا قصر کہلاتا ہے اجماع اس پر ہے کہ ظہر و عصر و عشاء چار رکعت والی نمازوں میں ہی قصر کی جائے گی مغرب و فجر کی نمازوں میں قصر نہیں ہوگی، کیونکہ فجر کی نماز میں قصر کی صورت میں ایک رکعت باقی بچ جائے گی، فرائض میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، اور اگر مغرب کی نماز میں قصر کرے جو کہ دن کے وتر ہیں تو اس کا وتر ہونا باطل ہو جائے گا ۔

روى أحمد عن عائشة رضى اللّه تعالىٰ عنها : " فرضت الصلوٰة ركعتين ركعتين الّا المغرب ۔ فانّه وتر النهار ۔ ثمّ زيدت فى الحضر و أقرت فى السفر علىٰ ما كانت (١)

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے کہ نمازیں دو دو رکعتیں فرض کی گئیں تھیں

(١) مجمع الزوائد : ج : ٢ ، ص : ٢٩٥، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة السفر ،

مشكوٰة المصابيح : ج : ١ ، ص : كتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافرين (١٣٤٨)

سوائے مغرب کے کیونکہ یہ دن کے وتر ہیں پھر حضر میں ان میں اضافہ کیا گیا اور سفر میں اپنی حالت پر بر قرار رکھا گیا۔

وروی علی بن عاصم عن عائشة حدیثاً یتضمن استثناء صلوٰة المغرب و صلوٰة الغداة و صلوٰة الجمعة فی جواز القصر۔

علی بن عاصم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں قصر نماز کے جواز سے نماز مغرب نماز فجر اور جمعہ کی استثناء ہے

سفر سے متعلقہ أحکام:

هی قصر الصلوٰة الرّباعیّة و المسح علی الخفین الی ثلاثة أیام و لیالیها، و اباحة الفطر فی رمضان و حرمة خروج المرأة بغیر محرم، و سقوط الجمعة و العیدین و الأضحیة و جواز الصلوٰة النافلة علی الراحلة و غیرها۔

سفر سے متعلقہ احکام درج ذیل ہیں چار رکعات والی نماز میں قصر، موزوں پر مسح کا تین دن ورات تک جواز، رمضان میں روزے افطار کرنے کی اباحت، عورت کے لئے بغیر محرم کے نکلنے کی حرمت، جمعہ و عیدین کی نمازوں کا سقوط، قربانی کا ساقط ہونا، نفلی نماز کا سواری پر پڑھنے کا جواز وغیرہ

قصر کا حکم: قصر کے حکم میں علماء کے تین اقوال ہیں:

أحناف کا مذهب :

القصر هو فرض المسافر المتعین علیه، لا تجوز الزیادة علی الرکعتین عمداً و یجب سجود السهو ان کان سهواً فان تم الرّباعیة و صلی اربعاً و قد قعد فی الرّکعة الثانیة مقدار التشهد أجزأته الرّکعتان عن فرضه و کانت الرکعتان الأخریان له نافلة و یکون مسیئاً، و ان لم یقعد فی الثانیة مقدار التشهد بطلت صلاته لاختلاط النافلة بها قبل اکمالها، و هو قول [illegible] و الکوفیین أصحاب [illegible] و الأحادیث الثابتة۔

احناف کے نزدیک مسافر کے لئے قصر کرنا فرض ہے جو اس پر متعین ہے اور جان بوجھ کر دو رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اس کے لئے جائز نہیں ہے بھول کر پڑھنے کی صورت میں اس پر سجدہ سہو لازم آجائے گا اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھ لیں اور چوتھی مکمل کر لی اور دوسری رکعت میں مقدار تشہد قعدہ بیٹھا تو دو رکعتیں فرض ادا ہو جائیں گی اور دوسری دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور وہ گناہ گار ہو جائے گا، اگر دوسری رکعت میں مقدار تشہد قعدہ نہ بیٹھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ فرضوں کی تکمیل سے پہلے ہی نفل اس کے ساتھ مل گئے ہیں یہ احناف اور تمام کوفیوں کا قول ہے ان کی دلیل احادیث ثابتہ ہیں۔

منها حديث عائشة " فرضت الصّلوٰة ركعتين ركعتين، فأقرّت صلوٰة السّفر و زيد فى صلوٰة الحضر " أخرجه الشيخان. (۱)

ان میں سے ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نمازیں دو دو رکعتیں فرض ہوئیں تو سفر میں ان کو برقرار رکھا گیا اور حضر میں ان میں اضافہ کیا گیا، اسے شیخین نے روایت کیا۔

و حديث ابن عباس " فرض الله الصّلوٰة علىٰ لسان نبيّكم فى الحضر أربع ركعات و فى السّفر ركعتين، وفى الخوف ركعة " أخرجه مسلم و الطبرانى كذا فى نصب الراية (۲)

اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائی ہیں اور خوف میں ایک رکعت، اسے مسلم اور طبرانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے۔

مالکیہ کا مشہور وراجح مذہب :

القصر سنّة مؤكدة لفعل النبى ﷺ، فانه لم يصح عنه ﷺ فى أسفاره أنه

(۱) البخارى : كتاب قصر الصلوٰة ، باب : يقصر اذا خرج من موضعه ، مسلم ، كتاب صلوٰة المسافرين ، باب : ۱

(۲) مسلم : كتاب صلوٰة المسافرين ، باب : ۱ رقم الحديث : ۵، نصب الراية : ج : ۲ ، ص : كتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافر

☆ اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی .... بر آورند غلامان او درخت از بیخ

أتم الصلوٰة قط. كما فى الحديث المتقدم عن ابن عمر و غيره۔

مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ قصر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی بناء پر سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے سفروں کے دوران کبھی بھی مکمل نماز پڑھی ہو، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی حدیث میں گذر چکا۔

شافعیہ وحنابلہ کا مذہب:

القصر رخصة على سبيل التخير. فللمسافر أن يتم أو يقصر. و القصر أفضل من الاتمام مطلقاً عند الحنابلة. لانه ﷺ داوم عليه و كذا الخلفاء الراشدون من بعده و هو عند الشافعية على المشهور أفضل من الاتمام اذا وجد فى نفسه كراهة القصر. أو اذا بلغ ثلاث مراحل عند الحنفية تقدير بـ ٩٦ كم اتباعاً للسنة. و خروجاً من خلاف من أوجبه كأبى حنيفة. لكنّ الصوم فى السّفر أفضل من الفطر ان لم يتضرّر به. لقوله تعالىٰ: [وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ] (البقرة : ١٨٤)

و دليلهم قوله تعالىٰ: [فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ] (النساء : ١٠١) و هذا يدل على أن القصر رخصة مخيّر بين فعله و تركه كسائر الرّخص. و الحديث السابق عن عمر " صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته " و قوله ﷺ " انّ الله يحبّ أن تؤتىٰ رخصه كما يحبّ أن تؤتى عزائمه " و غيرها من الأحاديث۔

شوافع اور حنبلیہ کا موقف یہ ہے کہ قصر علی سبیل رخصت ہے پس مسافر کے لئے نماز مکمل پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں اور قصر کرنا حنبلیہ کے نزدیک مکمل پڑھنے سے مطلقاً افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے اس پر آپ کے بعد دوام اختیار کیا ہے، اور شوافع کے مشہور قول کے مطابق قصر مکمل پڑھنے سے اس وقت افضل ہے جب نفس میں قصر کی کراہت محسوس کرے یا جب وہ تین مراحل پر پہنچے جو احناف کے نزدیک تقریباً ۹۶ کلومیٹر بنتے ہیں سنت کی اتباع کرتے ہوئے، اور احناف وغیرہ جنہوں نے

قصر کو واجب قرار دیا ہے کے اختلاف سے بچنے کے لئے ،لیکن سفر میں روزہ رکھنا عدم ضرر کی صورت میں افطار سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ''اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے''۔اور ان کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ''تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو '' یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قصر کرنا رخصت ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے میں تمام رخصتوں کی طرح اختیار ہے ،اور سابقہ حدث جو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایک صدقہ ہے جو اللہ تعالی نے تم پر کیا ہے تو تم اس کے صدقے کو قبول کرو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اللہ تعالی اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر بھی عمل کیا جائے جیسا کہ اس کے عزائم پر' وغیرہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں ۔

مسافر کب قصر کرے گا؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ مسافر کب قصر کرے گا ؟ ہمارے (احناف) نزدیک جب مسافر شہر کے گھروں کو عبور کرلے تو قصر شروع کرے گا، تنویر الابصار پھر درمختار میں ہے :

من خرج من عمارة موضع قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها من أقصر أيام السنة بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين (۱)

جو شخص کسی جگہ کی آبادی سے سال کے مختصر ترین ایام میں سے درمیانی چال کے ساتھ آرام کے اوقات کو نکال کر تین دن ورات کی مسافت کے قصد سے نکلا وہ چار رکعت والی نماز دو رکعتیں پڑھے گا ۔

علامہ عینی نے کہا کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ شہر میں فصیل کو عبور کرنا شرط ہے نہ کہ اس آبادی کو جو باہر کی جانب سے فصیل کے ساتھ ملحق ہوتی ہے، علامہ رافعی نے ایک صورت یہ لکھی ہے کہ گھروں کو عبور کرنے کا اعتبار ہوگا، علامہ رافعی نے اس وجہ کو محرر میں ترجیح دی ہے، اور پہلی وجہ کو شرح میں، اور اگر اس کے نکلنے والی سمت فصیل نہ ہو یا وہ دیہات یا گاؤں میں ہو تو اس صورت میں آبادی کو عبور کرنا لازمی ہے، ابن قدامہ کی

(۱) الدر المختار : ج : ۲ ، ص : ۷۲۲/۷۲۳ ، کتاب الصلوة ، باب صلوٰة المسافر

مغنی میں ہے، سفر کی نیت کرنے والے کے لئے اس وقت تک قصر کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے شہر کے گھروں یا اپنے گاؤں سے نکل جائے اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ دے، اور کہا کہ یہی قول امام مالک امام اوزاعی، امام احمد، امام شافعی، اسحاق اور ابو ثور کا ہے۔

ابن منذر نے کہا کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے اور عطاء اور سلیمان بن موسی سے مروی ہے کہ وہ دونوں سفر کی نیت کرنے والے کے لئے شہر میں ہی قصر کو جائز قرار دیتے تھے اور حارث بن ابی ربیعہ سے مروی ہے کہ انھوں نے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے گھر ہی میں جماعت کے ساتھ دو رکعتیں نماز ادا کی اور ان میں اسود بن یزید اور دوسرے کئی ایک اصحاب عبداللہ بن مسعود تھے، اور عطاء سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا جب گھر سے نکلنے کے بعد شہر کی آبادی اور گھروں کو عبور کرنے سے پہلے نماز کا وقت داخل ہو تو اس کے لئے قصر جائز ہے، اور مجاهد نے کہا کہ جب اس نے دن کے وقت سفر کی ابتداء کی تو قصر نہیں کرے گا جب تک کہ رات داخل نہ ہو، اور جب سفر کا آغاز رات کو کرے تو دن داخل ہونے تک قصر نہ کرے، ابن منذر کی عبارت ختم ہوئی (۱)

کتنی مسافت پر قصر کی جائے گی؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز کی قصر کے جواز کے لئے کتنی مسافت کا ہونا ضروری ہے امام مالک نے فرمایا کہ ہاشمی اڑتالیس میل سے کم سفر میں قصر نہیں پڑھ سکتا اور یہ سولہ فرسخ بنتے ہیں، اور یہی قول احمد بن حنبل کا ہے، اور انھیں سے پینتالیس میل مروی ہیں، امام شافعی کی اس باب میں سات نصوص ہیں، (۱) اڑتالیس میل (۲) چھیالیس میل (۳) چالیس سے زائد میل (۴) چالیس میل (۵) دو دن اور دو راتوں کا سفر (۶) ایک دن اور دو راتیں (۷) ایک دن اور ایک رات کا سفر، یہ آخری قول امام اوزاعی کا بھی ہے، ابو عمرو نے کہا کہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ عام فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔

ابو عمرو نے کہا کہ داود ظاہری سے مروی ہے کہ سفر طویل وقصیر دونوں میں قصر نماز پڑھے گا، ابن حامد نے یہ

(۱) عمدة القاری: ج: ۷، ص: ۱۹۰، کتاب قصر الصلوٰة، باب: یقصر اذا خرج من موضعه (۱۰۸۸/۱۲۳)

☆ اذا یئس الانسان طال لسانه.........کسنور مغلوب یصول علی الکلب ☆

اضافہ کیا یہاں تک کہ اگر شہر سے باہر اپنے باغ کی طرف بھی نکلا تو بھی قصر پڑھے گا، ابوعمر کا گمان ہے کہ ان کے نزدیک ایک میل سے کم مسافت پر قصر نہیں کرے گا اور میل کا قول ابن عمر سے بھی مروی ہے ان سے مروی ہے کہ اگر میں ایک میل کی مسافت کے سفر پر نکلوں تو میں قصر کروں گا ان سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر میں دن کی ایک ساعت کے لئے بھی سفر پر نکلوں تو بھی قصر کروں گا ان سے تین میل کا قول بھی مروی ہے ابن مسعود سے چار میل کا قول مروی ہے حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ ایک باغ کی طرف نکلے تو آپ نے ظہر وعصر کی نماز دو دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اسی دن واپس لوٹ آئے اور فرمایا میں نے تمھیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سکھانے کا ارادہ کیا تھا۔(۱)

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے مروی ہے کہ وہ مسافت جس میں نماز کو قصر کیا جائے گا تین دن اور رات کا سفر ہے یہی قول کوفیوں کا ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور ابن عمر سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے تین دن کی طرف ہی عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود، سوید بن غفلہ، شعبی، نخعی، محمد بن سیرین، ثوری، ابن جنی، ابوقلابہ اور سعید بن جبیر وغیرہ گئے ہیں ابو یوسف سے دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ مروی ہے اور یہی امام حسن نے ابوحنیفہ اور ابن سماعہ نے امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت کیا ہے(۲)

قال شمس الائمة السرخسي في المبسوط: قال رضي الله تعالىٰ عنه: وأقل ما يقصر فيه الصلوٰة في السفر اذا قصد مسيرة ثلاثة أيام۔ انتهىٰ (۳)

شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط میں ہے کہ کم سے کم وہ سفر جس میں نماز قصر پڑھی جائے گی تین دن کا سفر ہے

قال النسفي في كنز الدقائق: من جاوز بيوت مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة أيام في برّ أو بحر أو جبل قصر فرض الرّباعيّ انتهىٰ(٤)

(١) عمدة القاري: ج: ٧، ص: ١٧٢، ١٧٣، كتاب تقصير الصلوٰة، باب: الصلوٰة بمنى (١١٧/ ١٠٨٢

(٢)عمدة القاري: ج: ٧، ص: ١٧٢، ١٧٣، كتاب تقصير الصلوٰة، باب: الصلوٰة بمنى (١١٧/ ١٠٨٢

(٣) المبسوط: ج: ١، ص ٢١٤، كتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(٤) كنز الدقائق: ص: ، كتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

امام نسفی نے کنز الدقائق میں لکھا کہ جو شخص اپنے شہر کے گھروں کو سیر متوسط کے ساتھ خشکی سمندری اور پہاڑی راستے کے ذریعے تین دن کے سفر کی نیت سے تجاوز کرے وہ چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرے گا۔

و قال القدوری : السفر الذی تتغیر به الأحکام أن یقصد الانسان موضعا بینه و بین مصره مسیرة ثلاثة أیام انتهی (۱)

قدوری میں ہے: وہ سفر جس سے احکام متغیر ہوتے ہیں یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ کا قصد کرے کہ اس جگہ اور اس کے شہر کے درمیان تین دن کا راستہ ہو۔

و قال فی نور الایضاح : و أقل سفر تتغیر به الأحکام مسیرة ثلاثة أیام من أقصر أیام السنة بسیر وسط مع الاستراحات (۲)

نور الایضاح میں ہے کہ وہ کم سے کم سفر جس میں احکام متغیر ہوتے ہیں سال کے مختصر ترین ایام میں سے تین دنوں کا سفر استراحات کے ساتھ ہے

قال ابن نجیم فی البحر الرّائق : أمّا التّقدیر بثلاثة أیام فهو ظاهر المذهب ، و هو الصّحیح ، و المراد بالیوم النّهار دون اللّیل ، لأنّ اللّیل للاستراحة فلا یعتبر ، و المراد ثلاثة أیام من أقصر أیام السنة انتهی (۳)

ابن نجیم نے بحر الرائق میں کہا جہاں تک تین دن کی تقدیر کا تعلق ہے تو یہ ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے، اور یوم سے مراد دن ہے رات نہیں، کیونکہ رات استراحت کیلئے ہے اس لئے معتبر نہیں، اور تین دنوں سے مراد سال کے چھوٹے دن ہیں ۔

و قال فی الدرّ المختار : و لا یشترط سفر کلّ یوم الی اللّیل بل الی الزّوال ۔ (٤)

---

(۱) القدوری : ص : کتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافر

(۲) نور الایضاح : ص : کتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافر

(۳) البحر الرائق : ج : ۲ ، ص ۲۲۷ أیضاً ـــــ أیضاً ـــــــ

(٤) الدر المختار : ج : ۲ ، ص : ۷۳۵ أیضاً ـــــــــــــ أیضاً ـــــــ

☆......نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ......☆

درمختار میں ہے پورے دن کا سفر رات تک معتبر نہیں بلکہ زوال تک مراد ہے۔

ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں⁽¹⁾ اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اذ لا بدّ للمسافر من النّزول للأكل و الشّرب و الصّلوٰة، ولأكثر النّهار حكم الكل، فانّ المسافر اذا بكّر فی اليوم الأوّل و سار الیٰ وقت الزّوال حتی بلغ المرحلة فنزل بها للاستراحة و بات بها، ثم بكّر فی اليوم الثّانی و سار الیٰ ما بعد الزّوال و نزل، ثم بكّر فی اليوم الثّالث، و مشیٰ الیٰ الزّوال فبلغ المقصد، قال شمس الائمة السّرخسی: الصّحيح أنّه يصير مسافرا عند النية، كما فی الجوهرة، و البرهان، و امداد، و مثله فی البحر، و الفتح، و شرح المنية انتهیٰ۔(۲)

اورابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں اس کی علت یہ بیان کی کہ مسافر کے لئے کھانے پینے اور نماز پڑھنے کے لئے نزول کرنا پڑتا ہے اور اس لئے کہ دن کے اکثر حصہ کا حکم کل کی طرح ہے، پس مسافر جب پہلے دن صبح سویرے سفر شروع کرے اور زوال آفتاب تک سفر کرے یہاں تک کہ ایک مرحلہ تک پہنچ جائے اور وہاں استراحت کے لئے اترے اور وہاں ہی رات بسر کرے، پھر دوسرے دن صبح سویرے سفر پر روانہ ہو اور زوال آفتاب تک سفر کرے اور زوال کے وقت اترے پھر تیسرے دن صبح سویرے سفر پر روانہ ہو کر زوال آفتاب تک سفر کر کے منزل مقصود تک پہنچ جائے تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ نیت کی بنا پر وہ مسافر ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ، برھان اور امداد میں ہے اور اسی کی مثل بحر الرائق، فتح القدیر اور شرح منیہ میں ہے

تین دن کی تحدید پر احناف کے دلائل:

قال شمس الائمة السرخسی: انما قدّرنا بثلاثة أيام لحديثين:

أحدهما: قوله صلّى الله عليه و سلّم: "لا تسافر المرأة فوق ثلاثة أيام و لياليها الّا و معها زوجها أو ذو رحم محرم منها" معناه ثلاثة أيام، و كلمة فوق صلة

---

(۱) رد المحتار: ج: ۲، ص: ۷۳۵ ضاً ــــــــــــــ أيضاً ــــــــــــــ

کما فی قوله تعالی : [فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ] (الانفال : ۱۲) و هی لا تمنع من الخروج لغیره بدون المحرم ۔ و قال صلی الله علیه و سلم : " یمسح المقیم یوماً و لیلة ، و المسافر ثلاثة أیام و لیالیها " و الحدیث تنصیص علی أنّ مدّة السّفر لا تنقص عمّا یمکن استیفاء هذه الرخصة فیها انتهیٰ (۱)

شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ ہم نے سفر کو تین دن کے ساتھ دو حدیثوں کی بناء پر مقدر کیا ہے ان میں سے پہلی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ''عورت تین دن اور رات سے زائد کا سفر بغیر خاوند یا ذو رحم محرم کے نہ کرے'' اس کا معنی تین دن ہے کلمہ فوق صلہ کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں [فَاضْرِبُوْهُمْ فَوْقَ الْأَعْنَاقِ] پس تم ان کی گردنیں مار دو (انفال :۱۲) اور عورت بغیر محرم کے اس سے کم سفر پر نکلنے سے منع نہیں کی جائے گی ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ہر مقیم ایک دن اور ایک رات (موزوں پر) مسح کرے گا اور مسافر تین دن اور تین راتیں'' حدیث اس پر نص ہے کہ سفر کی مدت اس سے کم نہیں ہوگی جس میں اس رخصت کو پورا کرنا ممکن نہ ہو ۔

تین دن کی تحدید کی علت :

احکام سفر کے ثبوت کے لئے سفر کو کم از کم تین دن کے ساتھ محدود کرنے کی علت سفر میں لاحق ہونے والی مشقت کا ازالہ ہے جو عموما تین دن کے سفر میں لاحق ہوتی ہے اس سے کم سفر میں کمال مشقت نہیں پائی جاتی ، الجوهرة النيرة میں ہے :

انّ الرّخصة شرعت لازالة مشقّة الوحدة ، و کمال المشقّة الارتحال من غیر الأهل و النّزول فی غیرهم ، و ذلك فی الیوم الثّانی ، لأنّ فی الیوم الأوّل الارتحال من الأهل و النّزول فی غیرهم ، و فی الیوم الثّالث الارتحال من غیر الأهل و النّزول فیهم ، و هذا انّما یتصوّر اذا کان له أهل فی الموضع الّذی قصده ۔ انتهیٰ (۲)

---

(۱) المبسوط : ج : ۱، ص : ۲۱۵، کتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافر

(۲) الجوهرة النيرة : ج : ۱ ، ص ۲۱۵ ، کتاب الصلوٰة ، باب : صلوٰة المسافر

جوہرہ نیرہ میں کہا کہ رخصت تنہائی کی مشقت کے ازالہ کیلئے مشروع ہوئی، اور کمالِ مشقت غیر اہل سے کوچ کرنے اور غیر اہل میں نزول کرنے میں ہے اور یہ چیز دوسرے دن پائی جاتی ہے کیونکہ پہلے دن اہل خانہ سے رختِ سفر باندھا جاتا ہے اور غیرِ اہل میں نزول ہوتا ہے اور تیسرے دن غیرِ اہل سے کوچ کیا جاتا ہے اور اہل خانہ میں نزول پایا جاتا ہے، اور یہ اس وقت متصور ہے جب اس کی منزل مقصود میں اس کے اہل خانہ موجود ہوں۔

امام سرخسی نے مبسوط میں کہا: والمعنی فیه: أنّ التّخفیف بسبب الرّخصة لما فیه من الحرج والمشقّة. ومعنی الحرج والمشقّة أن یحتاج الیٰ أن یحمل رحله من غیر أهله ویحطّه فی غیر أهله، وذلك لا یتحقّق فیما دون الثّلاثة. لأنّ فی الیوم الأوّل یحمل رحله من أهله ویحطّه فی غیر أهله، وفی الیوم الثانی اذا کان مقصده یحطّه فی أهله. واذا کان التّقدیر بثلاثة أیام ففی الیوم الثّانی یحمل رحله من غیر أهله ویحطّه فی غیر أهله. فیتحقّق معنی الحرج. فلهذا قدّرنا بثلاثة أیام ولیالیها الخ انتهیٰ (۱)

اس میں معنی یہ ہے کہ تخفیف رخصت کے سبب ہے کیونکہ اس میں حرج ومشقت پائی جاتی ہے، حرج و مشقت کا معنی یہ ہے کہ وہ غیر اہل سے رختِ سفر باندھے اور غیرِ اہل میں ہی اترے، اور یہ چیز تین دن سے کم سفر میں متحقق نہیں، کیونکہ وہ پہلے دن رختِ سفر اپنے اہل سے باندھے گا اور غیر اہل میں اترے گا اور دوسرے دن غیرِ اہل سے رخت سفر باندھے گا اگر مقصد ہی وہی ہوگا تو اہلخانہ میں اترے گا، اور اگر تین دن کے ساتھ سفر کو مقدر کیا جائے تو دوسرے دن غیرِ اہل سے رخت سفر باندھے گا اور غیرِ اہل خانہ میں ہی اترے گا تو حرج کا معنی پایا جائے گا اسی لئے ہم نے سفر کو تین دن کے ساتھ مقدر کیا۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے البدائع والصنائع میں کہا: وبه تبیّن أنّ الاعتبار لاجتماع المشقّات فی یوم واحد. وذلك بثلاثة أیام. لأنّه یلحقه فی الیوم الثّانی مشقّة حمل الرحل من غیر أهله والسّیر وحطّه فی غیر أهله انتهی (۲)

(۱) المبسوط: ج: ۱، ص: ۲۱۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(۲) بدائع الصنائع: ۱، ص: ۲۶۳، کتاب الصلوٰة، بیان مدة السفر

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اعتبار ایک دن میں کئی ایک مشقتوں کے جمع ہونے کا ہے، اور یہ تین دنوں کی تقدیر میں ہی پائی جاتی ہے کیونکہ دوسرے دن ہی غیر اہل سے رخت سفر باندھنے، سفر کرنے اور غیر اہل میں اترنے کی مشقت پائی جاتی ہے۔

تین دن کے سفر میں کونسی رفتار معتبر ہوگی؟

متقدمین علماء کرام کے زمانہ میں سفر کے تین ذرائع مروج تھے پیدل یا اونٹوں کے ذریعے سفر جوکہ متوسط ذریعہ سفر تھا، بیل گاڑی کے ذریعے سفر جوکہ سست رو ذریعہ سفر تھا اور تیسرا ذریعہ گھوڑوں کے ذریعے جوکہ تیز ترین وسیلہء سفر تھا لہذا علماء نے درمیانہ وسیلۂ سفر کا اعتبار کیا شمس الائمۃ علامہ سرخسی المبسوط میں تحریر فرماتے ہیں: فسّرہ فی الجامع الصّغیر بسیر الابل و مشی الأقدام، و هو الوسط، لأنّ أعجل السّیر البرید، و أبطأ السّیر العجلة، وخیر الأمور أوسطها (۱)

جامع الصغیر میں تین دن کے سفر کی تفسیر اونٹ کی چال، اور پیدل چلنے سے کی، اور یہی درمیانی چال ہے کیونکہ تیز ترین چال برید کی ہے اور سست ترین چال بیل گاڑی کی اور بہترین کام درمیانہ ہوتا ہے۔

صاحب ھدایہ نے الھدایة میں فرمایا: السّفر الّذی یتغیّر به الأحکام أن یقصد انسان مسیرة ثلاثة أیام و لیالیها بسیر الابل و مشی الأقدام انتهی (۲)

وہ سفر جس سے احکام متغیر ہوتے ہیں وہ کسی انسان کا اونٹ کی رفتار یا پیدل تین دن کے سفر کا قصد کرنا ہے۔

علامہ کاسانی نے البدائع الصنائع میں کہا: و انّما قدّرنا بسیر الابل و مشی الأقدام لأنه الوسط، لأنّ أبطأ السّیر سیر العجلة، و الأسرع سیر الفرس و البرید، فکان أوسط أنواع السّیر سیر الابل و مشی الأقدام، و قال النبی صلّی الله علیه و سلّم: " خیر الأمور أوسطها " ولأنّ الأقلّ و الأکثر یتجاذبان فیستقرّ الأمر علی الوسط انتهی (۳)

---

(۱) المبسوط: ج: ۱، ص: ۲۱۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(۲) الهدایة: ج: ۱، ص: کتاب الصلوة، باب: صلوة المسافر

(۳) بدائع الصنائع، ص: ۲۶۳، کتاب الصلوٰة، بیان مدة السفر

ہم نے تین دن کو اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے سے اس لئے مقدر کیا ہے کیونکہ یہ درمیانی چال ہے کیونکہ سب سے سست روبیل گاڑی کے ذریعے سفر کرنا ہے اور تیزترین گھوڑے اور برید (ڈاک کے اونٹ) کے ذریعے سفر کرنا ہے تو درمیانی رفتار سے سفر کرنا اونٹ کے ذریعے یا پیدل سفر کرنے کی صورت میں پایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''بہترین کام درمیانہ ہے'' اور اس لئے کہ اقل اور اکثر متجاذب ہوں گے اور معاملہ وسط پر برقرار رہے گا۔

قال فی البحر والجوهرة وغيرهما : المراد بالابل ابل القافلة دون البريد انتهى (۱) بحرالرائق اور جوہرہ نیرہ وغیرہما میں ہے اونٹوں سے مراد قافلے کے اونٹ ہیں نہ کہ ڈاک کے۔

کیا فضائی و بحری سفر میں بری سفر معتبر ہے؟

سفر عموماً زمینی، سمندری یا فضائی ذرائع نقل وحمل کے ذریعے کیا جاتا ہے یہ تینوں سفر ایک دوسرے سے مختلف ہیں تینوں میں تین دنوں میں ایک جیسی مسافت قطع نہیں ہوتی بلکہ ان میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے مثلاً اگر ایک شہر یا ملک سے دوسرے شہر یا ملک تک زمینی سفر تین دن میں طے ہوجاتا ہے انہیں دونوں ملکوں یا شہروں کا فضائی سفر چند گھنٹوں یا منٹوں میں طے ہو جاتا ہے اسی طرح سمندری سفر بھی بعض اوقات ایک دو دنوں میں اور بعض اوقات تین سے زائد دنوں میں طے ہوجاتا ہے اس لئے علماء کرام اور فقہاء عظام نے اس فرق کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان سفروں میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا اور نہ ہی زمینی سفر میں تین دنوں میں طے ہونے والی مسافت کو سمندری سفر میں معتبر مانا بلکہ انھوں نے زمینی سفر میں سے بھی میدانی اور پہاڑی سفر کے فرق کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان سفروں میں الگ الگ تین دن کے سفر کو معتبر مانا بخلاف علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے جنھوں نے شرح صحیح مسلم میں بڑی شد و مد سے بیان کیا کہ معتبر ایک خاص مسافت ہے چاہے اس مسافت کو سمندری یا زمینی یا فضائی سفر کے ذریعے چند گھنٹوں میں ہی کیوں نہ قطع کیا جائے، علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں :

---

(۱) البحر الرائق : ج : ۲ ، ص ۲۲۹ أيضاً ________________ أيضاً ________________

و یعتبر فی الجبل ما یناسبه من السّیر ·لأنه یکون صعوداً و هبوطاً و مضیقاً و وعراً · فیکون مشی الابل و الأقدام فیه دون سیرهما فی السّهل · و أمّا السّیر فی البحر فیعتبر اعتدال الرّیح علیٰ المفتی به انتهیٰ(۱)

پہاڑی سفر میں اس کے مناسب سفر کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اس میں اترائی و چڑھائی ہوتی ہے راستہ تنگ اور مشکل ہوتا ہے تو اس سفر میں اونٹ کی رفتار اور پیدل چلنا میدانی سفر کے مقابلے میں کم پایا جائے گا جہاں تک سمندری سفر کا تعلق ہے تو اس میں مفتی بہ قول کے مطابق ہوا کے اعتدال کا اعتبار ہوگا۔

علامہ برھان الدین مرغینانی صاحب الھدایۃ فرماتے ہیں: لا یعتبر بالسّیر بالماء السیر فی البر انتهیٰ(۲)

سمندری سفر میں بری سفر معتبر نہیں۔

صاحب کفایۃ علامہ جلال الدین خوارزمی اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بأن کان له لموضع طریقان: أحدهما فی الماء · و هو یقطع بثلاثة أیام و لیالیها فیما اذا کانت الرّیاح مستویة لا غالبة و لا ساکنة · الثانی: فی البرّ و هو یقطع بیوم أو یومین فانه اذا ذهب بطریق الماء یترخّص · و فی البرّ لا · و لو انعکس التّقدیر ینعکس الحکم · و کذلك لو اختلف الطّریقان فی البرّ یثبت الحکم بحسب ذلك انتهیٰ(۳)

یعنی کسی جگہ کی طرف دو راستے جاتے ہوں ایک سمندری اور وہ ہوا کے اعتدال کی صورت میں جب نہ تو ہوائیں تیز ہوں اور نہ ہی ٹھہری ہوئی ہوں تین دن و رات میں طے ہوتا ہو اور دوسرا بری یعنی زمینی سفر جو ایک دن یا دو دنوں میں طے ہوتا ہو، جب وہ سمندری راستے سے سفر کرے گا تو اسے قصر کی رخصت حاصل ہوگی اور خشکی یعنی زمینی سفر کی صورت میں رخصت حاصل نہیں ہوگی، اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو حکم بھی

---

(۱) رد المحتار: ج: ۲، ص: ۷۳۵ أیضاً ------------- أیضاً -------------

(۲) الهدایة مع فتح القدیر: ج: ۲، ص: ۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(۳) الکفایة فی ذیل فتح القدیر: ج: ۲، ص: ۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

برعکس ہوجائے گا اسی طرح اگر بری دو مختلف راستے ہوں تو ان کے مطابق ہی حکم ثابت ہوگا۔

اسی طرح بحرالرائق، عنایہ، بنایہ اور جوہرہ نیرہ ومراقی الفلاح وحاشیۃ طحطاوی وغیرہا میں ہے ۔

میں کہتا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ معتبر تین دن کا سفر ہے خواہ کوئی بھی راستہ اختیار کرے چاہے بری ہو بحری ہو یا فضائی، یا دونوں زمینی راستے ہوں ایک پہاڑی ہو دوسرا میدانی یا دونوں پہاڑی ہوں یا دونوں میدانی ہوں ان میں سے ایک تین دن میں طے ہوتا ہے جبکہ دوسرا تین دنوں سے کم یعنی ایک دو دنوں میں ،تو تین دنوں میں طے ہونے والے راستے سے سفر کرنے کی صورت میں قصر کرے گا جبکہ دوسرے راستے سے سفر کرنے کی صورت میں قصر کرنا جائز نہیں ہوگا اور معتبر مروج پبلک ٹرانسپورٹ کے ذریعے درمیانی رفتار کے ساتھ سفر کرنا ہے ۔

کیا احکام سفر کیلئے فراسخ کا اعتبار ہوگا

محققین فقہاء کے نزدیک فراسخ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسی پر تمام متون وشروح وحواشی ہیں جبکہ بعض فتواجات میں فرسخ کا اعتبار کرکے اس پر فتوی دیا گیا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے فراسخ پر فتوی دیا جائے گا بعض نے پندرہ فراسخ پر فتوی دیا جبکہ بعض دوسروں سے اکیس فراسخ پر فتوی نقل کیا گیا اور اکثر اٹھارہ فراسخ کے قول پر فتوی دیتے ہیں لیکن یہ سارے کے سارے اقوال اس پر مبنی ہیں کہ تین دنوں میں یہی فراسخ طے ہوتے ہیں جس نے یہ گمان کیا کہ تین دنوں میں اکیس فراسخ طے ہوتے ہیں اس نے اکیس فراسخ کا قول کیا جس نے یہ گمان کیا کہ پندرہ فراسخ طے ہوتے ہیں اس نے پندرہ فراسخ کا قول کیا اور جس نے اٹھارہ فراسخ گمان کیے اس نے اٹھارہ فراسخ کا قول کیا لیکن محققین نے ان تمام اقوال کا رد کیا کیونکہ ان اقوال کی تحدید میں اختلاف ہے اور تین دنوں میں راستوں کے اختلاف کی صورت میں مختلف مسافت طے ہوتی ہے لہذا معتبر تین دن کا سفر ہی ہوگا اور دلیل کا بھی یہی تقاضا ہے اور یہی احناف کا مذہب بھی ہے چنانچہ شمس الائمۃ السرخسی المبسوط میں تحریر فرماتے ہیں:

ولا معنی للتقدیر بالفراسخ۔ فان ذلك يختلف باختلاف الطرق فی السهول و

الجبال و البرّ و البحر. و انما التقدير بالأيام و المراحل. و ذلك معلوم عند الناس. فيرجع اليهم عند الاشتباه انتهى (۱)

فراسخ سے سفر کی تقدیر وتحدید کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ یہ میدانی، پہاڑی، خشکی اور سمندری سفر کے اختلاف کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں تقدیر ایام و مراحل کے اعتبار سے ہے اور یہ لوگوں کے ہاں معلوم ہیں اشتباہ کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

علامہ کاسانی البدائع الصنائع میں تحریر کرتے ہیں:

و التقدير بالفراسخ غير سديد. لأن ذلك يختلف باختلاف الطرق انتهى (۱)

فراسخ سے سفر کی تقدیر درست نہیں ہے کیونکہ یہ راستوں کے اختلاف کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔

و قال صاحب الهداية: ولا يعتبر بالفراسخ. و هو الصحيح (۲)

صاحب ھدایہ نے کہا فرسخ معتبر نہیں ہیں اور یہی صحیح ہے۔

قال في الكفاية في شرحه: احتراز عن قول عامة المشائخ. فانهم قدروها بالفراسخ أيضاً. ثم اختلفوا فيما بينهم، بعضهم قالوا: أحد و عشرون فرسخاً. و بعضهم قالوا: ثمانية عشر فرسخاً. و قال بعضهم: خمسة عشر فرسخاً. و الفتوىٰ علىٰ ثمانية عشر فرسخاً. لأنه أوسط الأعداد. كذا في المحيط انتهىٰ (۳)

اس کی شرح میں صاحب کفایہ نے کہا یہ عام مشائخ کے قول سے احتراز کرنا ہے کیونکہ انھوں نے فراسخ سے بھی سفر کی تحدید کی ہے پھر ان کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اکیس فراسخ ہیں بعض نے اٹھارہ فراسخ بتائے بعض نے پندرہ فرسخ متعین کئے اور فتوی اٹھارہ فراسخ پر ہے کیونکہ یہ درمیانہ عدد ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

و قال في نور الايضاح و مراقي الفلاح: أقلّ مدة سفر تتغيّر به الأحكام مسيرة ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة بسير وسط مع الاستراحات. و قدّر بالأيام دون المراحل و الفراسخ و هو الأصح. انتهى ملخصا (٤)

---

(١) بدائع الصنائع: ١، ص: ٢٦٣، كتاب الصلوٰة، بيان مدة السفر

(٢) الهداية مع فتح القدير: ج: ٢، ص: ٥، كتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(٣) الكفاية في ذيل فتح القدير: ج: ٢، ص: ٥، كتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(٤) مراقي الفلاح: ١، ص: ، كتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

ان اخاک من واساک ☆ دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و در ماندگی

نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے سفر کی وہ کم سے کم مدت جس سے احکام متغیر ہوتے ہیں سال کے چھوٹے دنوں میں آرام کے اوقات کو نکال کر درمیانی چال کے ساتھ تین دن ورات کا سفر ہے تقدیر ایام کے ساتھ ہے نہ کہ مراحل وفراسخ کے ساتھ اور یہی صحیح ہے ملخصا۔

قال ابن نجيم في البحر الرائق : و في النهاية : الفتوى على اعتبار ثمانية عشر فرسخاً . و في المجتبى : فتوى أكثر أئمة خوارزم على خمسة عشر فرسخاً . ثم قال : و أنا أتعجب من فتواهم في هذا و أمثاله بما يخالف مذهب الامام خصوصاً المخالف للنص الصريح - انتهى (۱)

ابن نجیم نے بحر الرائق میں کہا، نہایہ میں ہے کہ فتوی اٹھارہ فراسخ کے اعتبار پر ہے مجتبی میں ہے اکثر ائمہ خوارزم کا فتوی پندرہ فراسخ پر ہے ابن نجیم نے پھر کہا: مجھے ان کے اس فتوے پر تعجب ہے اور اس کی امثال پر جو مذہب امام اور بالخصوص نص صریح کے خلاف ہے۔

قال المحقق حيث أطلق ابن الهمام في فتح القدير : و كل من قدر منها اعتقد أنه مسيرة ثلاثة أيام . و انما كان الصحيح أن لا يقدر بها . لأنه لو كان الطريق وعراً بحيث يقطع بثلاثة أيام أقل من خمسة عشر فرسخاً قصر بالنص . و على التقدير بأحد هذه التقديرات لا يقصر . فيعارض النص . فلا يعتبر سوى سير الثلاثة . و على اعتبار سير الثلاثة بمشي الأقدام لو سار مستعجل كالبريد في يوم قصر فيه و أفطر لتحقق سبب الرخصة . و هو قطع مسافة ثلاثة بسير الابل و مشي الأقدام . و ذكر في غير موضع . و هو أيضاً مما يقوى الاشكال الذى قلنا . و لا مخلص الا أن نمنع قصر مسافر يوم واحد و ان قطع فيه مسيرة أيام . و الا لزم القصر لو قطعها في ساعة صغيرة كقدر درجة . كما لو كان صاحب كرامة الطي . لأنه يصدق عليه أنه

(۱) البحر الرائق : ج : ۲ ، ص ۲۲۸ أيضاً ---------- أيضاً -----

(۲) فتح القدير : ج : ۲ ، ص : ۰۵ كتاب الصلوة ، باب : صلوة المسافر

قطع مسافة ثلاثة بسير الابل. وهو بعيد لانتفاء مظنة المشقة. وهي العلة أعني التقدير بثلاثة أيام أو أكثرها. لأنها المجعولة مظنة للحكم بالنص المقتضي أن كل مسافر يتمكن من مسح ثلاثة أيام. غير أن الأكثر يقام مقام الكل عند أبي يوسف. وعليه ذلك الفرع. وهو ما اذا وصل عند الزوال من اليوم الثالث الى المقصد. فلو صح تفريعهم جوز الترخص مع سير يوم واحد اذا قطع فيه قدر ثلاثة بسير الابل بطل الدليل. ولا دليل غيره في تقديرهم أدنى السفر الذي يترخص فيه بثلاثة أيام والله أعلم۔ انتهى (۱)

محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا: جس نے بھی سفر کی تحدید فراسخ سے کی اس نے یقین کیا کہ یہی تین دن کا سفر ہے صحیح یہ تھا کہ اس کو مقدر نہ کیا جاتا کیونکہ اگر راستہ ایسا مشکل ہو کہ تین دن ورات میں پندرہ فراسخ سے کم طے ہوں تو نص سے اس کے لئے قصر کرنا جائز ہے اوران تقدیرات میں سے کسی ایک کے ساتھ مقدر کرنے کی صورت میں قصر نہیں کرے گا تو یہ نص سے معارض آئے گی پس سوائے تین دن کے چلنے کے کچھ بھی معتبر نہیں ہے اور تین دن کے پیدل چلنے کو معتبر قرار دینے کی صورت میں اگر کوئی جلد باز جیسے برید یا ڈاکیا ایک دن میں اس مسافت کو طے کر دے تو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ بھی افطار کرے گا کیونکہ رخصت کا سبب اس کے حق میں متحقق ہو گیا اور وہ اونٹ کی رفتار یا پیادہ تین دن کی مسافت کو قطع کرنا ہے اور یہ کئی ایک جگہ مذکور ہے یہ بھی اس اشکال کو قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اوراس سے خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ ہم ایک دن کے مسافر کو قصر سے منع کریں اگر چہ وہ تین دن کی مسافت ہی کیوں نہ طے کرلے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص اس مسافت کو ایک مختصر ساعت میں بھی قطع کرلے جیسے کوئی ولی اللہ جسے کرامت طے حاصل ہو وہ بھی قصر کرے کیونکہ اس پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے بھی اونٹ کی رفتار سے تین دن کی مسافت کو قطع کیا ہے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ ظن مشقت نہیں پایا جاتا اور یہی چیز سفر کو تین دن یا اس سے زائد کے ساتھ مقدر کرنے کی علت ہے

حالانکہ اسی کو نص سے حکم کا مظن قرار دیا گیا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر مسافر تین دن ورات مسح کرنے پر متمکن ہو سوائے اس کے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اکثر کل کے قائم مقام ہے اور اسی پر یہ فرع ہے کہ اگر کوئی شخص تیسرے دن زوال کے وقت اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا تو وہ قصر کرے گا اگر ان کی یہ تفریع صحیح ہو تو پھر ایک دن چلنے کی صورت میں اونٹ کی رفتار سے تین دن کی مسافت قطع کرنے والے کیلئے بھی قصر کرنا جائز ہوگا تو پھر دلیل باطل ہو جائے گی اور رخصت قصر کے لئے کم سے کم تین دن کی مقدار متعین کرنے پر کوئی دوسری دلیل نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ دلیل جس کی طرف ابن ہمام رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے۔

" یمسح المقیم علیٰ الخفین یوماً ولیلة والمسافر ثلاثة أیام ولیالیھا "
أخرجه ابن أبی شیبة وأحمد ومسلم والنسائی وابن ماجة وابن خزیمة فی صحیحه والدّارقطنی والبیھقی فی سننھما ۔

''مقیم موزوں پر ایک دن اور ایک رات مسح کرے گا اور مسافر تین دن اور تین راتیں'' اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور دار قطنی وبیھقی نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے (۱)

وجہ استدلال:

مسافر میں الف لام استغراق کے لئے ہے کیونکہ معہود متعین نہیں، عموم رخصت کی ضروریات میں سے جنس ہے یہاں تک کہ ہر ایک مسافر تین دن مسح علی الخفین کرنے پر متمکن ہو اور تین ایام کی تقدیر ہر مسافر کے لئے عام ہو، حاصل کلام یہ ہے کہ ہر مسافر تین دن مسح کرے گا پس اگر سفر شرعی تین دن سے کم ہوگا تو ایسا مسافر بھی ثابت ہوگا جس کے لئے تین دن مسح کرنا ممکن ہی نہ ہو، حالانکہ ہر مسافر تین دن کے مسح کرنے پر متمکن ہے کیونکہ رخصت بالیقین نہیں تھی تو رخصت کا ثبوت بھی اسی سفر میں ہوگا جو بالیقین سفر

(۱) البخاری : کتاب مسح علی الخفین مسلم : کتاب الطھارة ، باب : التوقیت فی السح علیٰ الخفین

شرعی ہوگا اور وہ وہی سفر ہے جس کو ہم نے متعین کیا ہے کیونکہ اس سے اکثر کا قول کسی کا نہیں۔
میں کہتا ہوں کلام محقق اس پر دلالت کرتا ہے کہ سفر کا اعتبار تین دن کے چلنے پر ہے پیدل یا اونٹ کی رفتار سے چلنے کی قید نہیں ہے بلکہ اگر جدید ذرائع نقل وحمل کے ذریعے بھی تین دن کی پیدل یا اونٹوں کی رفتار سے طے کی جانے والی مسافت کو تین دن سے کم وقت میں قطع کر لے تو قصر نہیں کرے گا مظن مشقت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو کہ مشروعیت قصر کی علت ہے شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے اس میں معنی یہ ہے کہ تخفیف رخصت کے سبب ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت وحرج ہے جیسا کہ گذرا اور اسی طرح بدائع، بحر اور جوہرہ وغیرہا میں ہے۔

علامہ سعیدی صاحب کے اعتراضات اور ان کا رد:

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس پر شرح صحیح مسلم میں اعتراض کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عصر حاضر میں ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر عام ہے اور لوگ بغیر کسی مشقت کے امریکہ ہوائی جہازوں کے ذریعے تقریباً بیس گھنٹوں میں اور لندن تقریباً آٹھ گھنٹوں یا نو گھنٹوں میں پہنچ جاتے ہیں تو پھر ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر شرعی ہی باقی نہ رہے گا۔(۲)

میں کہتا ہوں: اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ امریکہ بیس گھنٹوں میں پہنچ جاتے ہیں اور لندن آٹھ یا نو گھنٹوں میں لیکن سعیدی صاحب کا یہ قول " بغیر مشقت کے" درست نہیں ہے اور تجربہ اس پر شاھد ہے۔
ان کا یہ قول کہ "کوئی بھی سفر سفر شرعی نہیں رہے گا" مسلّم نہیں ہے اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے بخلاف اس کے برعکس، کیونکہ اصل اقامت ہے سفر نہیں، اور سفر اس وقت ثابت ہو گا جب یہ یقین ہو کہ یہ سفر ہے اور یہ تین دن کا سفر ہے اور اس لئے کہ حکم سبب کے ختم ہونے کی بناء پر ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ انھیں خود بھی تسلیم ہے کہ جو شخص بلاد بلغار میں عشاء کی نماز کا وقت نہ پائے اس پر نماز عشاء فرض نہیں ہے اسی طرح جس شخص کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے ہوں اس پر ان اعضاء کا دھونا فرض نہیں

(۲) شرح صحیح مسلم للسعیدی : ج : ۲ ، ص : ۳۸۳، کتاب صلوٰۃ المسافرین '

ہے اسی طرح اور بہت ساری مثالیں ہیں، پس جب سفر شرعی نہیں پایا جائے گا تو قصر بھی واجب نہیں ہوگی اور اس لئے بھی کہ رخصت قصر یقیناً منتفی ہے تو اس کا اثبات بھی ایسے ہی سفر سے ہوگا جو یقیناً سفر شرعی ہوگا اور وہ تین دن کا سفر ہے جیسا کہ اس کی تحقیق ہم پہلے کر چکے اگر ہم کہیں کہ تین دن کی پیدل اور اونٹوں کی رفتار سے مسافت کو قطع کرنا سفر شرعی ہے اگر چہ بسوں کاروں ریل گاڑیوں اور ہوائی جہاز وغیرہ جدید ذرائع نقل وحمل کے ذریعے اس مسافت کو ایک یا دو گھنٹوں میں ہی کیوں نہ قطع کیا جائے بلکہ ہوائی جہاز کے ذریعے منٹوں میں مثلاً طے کیا جائے تو پھر احکام سفر اس شخص کے لئے بھی ثابت ہو جائیں گے جو اپنے گھر سے اس مسافت کے سفر کی نیت سے نکلے اگر چہ اس کا ارادہ دو تین گھنٹوں بعد ہی گھر لوٹ کر آنے کا کیوں نہ ہو، تو پھر کتنے ہی مزدور، تاجر، کالجوں اور یونیورسٹیز کے طلباء، ڈرائیور اور عام لوگ ہیں جو اس قصد سے نکلتے ہیں اور تین چار گھنٹوں کے بعد واپس لوٹ آتے ہیں کیا یہ سارے شرعی مسافر ہوں گے اور ان کے لئے احکام سفر ثابت ہوں گے؟ جیسا کہ چار رکعت والی نمازوں کی قصر، قربانی کا عدم وجوب، نماز جمعہ وعیدین کی فرضیت کا ساقط ہونا روزہ افطار کرنے کی رخصت، عورتوں کے بغیر محرم اتنی مسافت پر نکلنے کی حرمت اگر چہ وہ آدھے دن یا مثلاً چوتھائی دن گذرنے سے پہلے ہی کیوں نہ واپس گھر لوٹ آئیں، کیا یہ افراط وتفریط اور شریعت کے مزاج سے عدم واقفیت کی دلیل نہیں ہے؟ میری عمر کی قسم شریعت کا مقصد طویل سفر میں مشقت وحرج کو دور کرنا ہے اور اس سفر کی مقدار ہمارے علماء کے نزدیک تین دن و رات کا سفر ہے کیوں کہ کمال مشقت یہ ہے کہ انسان غیر اہل خانہ سے رخت سفر باندھے اور غیر اہل خانہ ہی میں پڑاؤ کیلئے سامان اتارے اور یہ دوسرے دن ہوتا ہے اسی لئے انہوں نے کم از کم سفر کی مدت تین دن ورات مقرر کی، اور وہ سفر جو مثلاً دو تین گھنٹوں میں عموماً طے ہو جاتا ہے شریعت اس سفر میں نماز قصر کرنے کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی روزہ افطار کرنے کی اور نہ ہی عورتوں کے اس طرح کے سفر میں بغیر محرم کے نکلنے کو حرام قرار دیتی ہے، اس طرح کے سفر میں نمازوں کی قصر کی اجازت دینا شریعت کے مزاج سے عدم واقفیت کی دلیل ہے کیونکہ انتہائی مختصر سفر معتبر نہیں ہے

قال فی رد المحتار: المراد من التقدیر بأقصر أیام السنة انما هو فی البلاد المعتدلة التی یمکن قطع المرحلة المعظم الیوم من أقصر أیامها. فلا یرد أن أقصر أیام السنة فی بلاد بلغار قد یکون ساعة أو أکثر أو أقل. فیلزم أن یکون مسافة السفر فیها ثلاث ساعات أو أقل. لأن القصر الفاحش غیر معتبر کالطول الفاحش. و العبارات حیث أطلقت تحمل علی الشائع الغالب دون الخفی النادر انتهی (۱)

قلت: هو جزئیة مسألتنا۔

ردالمحتار میں ہے سال کے چھوٹے ایام سے مراد ان ممالک کے ایام ہیں جو معتدل ہیں جن میں مرحلۂ مذکورہ دن کے ایک بڑے حصے میں اس کے چھوٹے دنوں میں طے ہونا ممکن ہو، اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ بلغاریہ کے علاقوں میں سال کے چھوٹے دن کبھی ایک آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد یا کم ہوتے ہیں، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان علاقوں میں سفر تین گھنٹوں یا اس سے کم مسافت کا ہوگا کیونکہ قصر فاحش طول فاحش کی طرح معتبر نہیں، اور عبارات فقہاء جہاں مطلق ہوں انہیں شائع غالب پر محمول کیا جائے گا نہ نادر وخفی پر انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عین ہمارے مسئلہ کا جزئیہ ہے۔

انکا یہ قول ثانیاً: سفر شرعی کی بناء تین دن کے سفر پر ہے نہ کہ مشقت پر بلکہ تین دن کی مسافت پر، اور اس کی تصریح بہت سی احادیث میں بھی ہے ان میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منها حدیث ابن عمر عن النبیّ صلی اللّٰه علیه و سلم قال: "لا تحلّ لامرأة تؤمن باللّٰه و الیوم الآخرة تسافر ثلاث لیال الّا معها ذو محرم"

"جو عورت اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے ذو محرم کے بغیر تین راتوں کے سفر پر نکلنا جائز نہیں ہے" اور فقہاء نے تین دن کی مسافت کو پیدل چلنے اور اونٹوں کی رفتار پر محمول کیا ہے پھر

(۱) رد المحتار: ج: ۲، ص ۷۲۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

بدائع الصنائع سے علامہ کاسانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا کہ علامہ کاسانی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ امام اعظم کے نزدیک تین دن کی مسافت کا اعتبار عرفا پیدل چلنے سے ہے اور پانی میں بھی اسی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اور سرعت رفتاری کا اعتبار نہیں ہوگا۔(۱)

میں کہتا ہوں کہ اعتبار سفر شرعی میں مشقت کے ظن پر ہے نہ کہ نفس مشقت پر جیسا کہ پہلے گذر چکا اور آ بھی رہا ہے ۔

جہاں تک ابن عمر کی حدیث کا تعلق ہے تو وہ مضطرب ہے اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے اس سے استدلال نہیں کیا اور مسح علی الخفین کی حدیث کی طرف رجوع کیا، ابن ہمام نے کہا :

ولا دليل غيره في تقديرهم أدنى السّفر الّذي يترخّص فيه بثلاثة أيام والله أعلم انتهىٰ.

کہ وہ سفر جو رخصت کا باعث ہے اس کے کم سے کم تین دن کی مقدار کی تحدید میں اس کے علاوہ کوئی دوسری دلیل نہیں ہے ۔

اور ان کا یہ قول کہ ’’ سفر شرعی کا مدار تین دن کی مسافت پر ہے‘‘ صحیح نہیں ،کوئی حدیث اس پر دلالت بھی نہیں کرتی چہ جائیکہ اس پر نص ہو، اور اس میں صراحت پائی جائے۔

جہاں تک فقہاء کے تین دن کے سفر کو پیدل یا اونٹوں کی رفتار پر محمول کرنا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں سفر یا تو پا پیدل اور اونٹوں کے ذریعے مروج تھا جو کہ درمیانی رفتار کا سفر تھا یا گھوڑوں اور ڈاک کے اونٹوں کے ذریعے کیا جاتا تھا جو تیز ترین رفتار کا سفر تھا یا پھر بیل گاڑیوں کے ذریعے سفر کیا جاتا تھا جو کہ سست ترین رفتار کا سفر تھا تو فقہاء نے پیدل اور اُونٹوں کے ذریعے سفر کا اعتبار کیا کیونکہ یہ درمیانی رفتار کا سفر تھا جیسا کہ علامہ کاسانی ،شمس الائمہ سرخسی ،اور صاحب جوہرہ نیرہ وغیرہم نے تصریح کی ہے کیونکہ درمیانہ کام بہترین ہوتا ہے ان کی یہ تفسیر اس لئے تھی ،اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم اُعلم ۔جیسا

(۱) شرح صحیح مسلم : ج : ۲ ، ص : ۳۸۵ کتاب صلوٰۃ المسافرین

کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان" انما الافطار مما دخل "روزہ اس سے ٹوٹتا ہے جو داخل ہو، کی تفسیر منافذ اصلیہ سے کی ہے، اور اللہ تعالی کے اس فرمان [وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و رباط الخیل] الآیہ اور تم ان کیلئے تیار رکھو جو تمھاری استطاعت میں ہے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے، میں" قوت" کی تفسیر "رمی" یعنی تیروں سے کی گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہی تفسیر فرمائی، امام احمد بن حنبل، مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، ابن جریر طبری، ابو شیخ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں عقبہ بن عامر جھنی سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا [وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و رباط الخیل] الآیہ آپ نے فرمایا ألا ان القوۃ الرمی ۰ ألا ان القوۃ الرمی ۰ ألا ان القوۃ الرمی "(۱)

آگاہ ہو جاؤ قوت سے مراد تیر ہیں آگاہ ہو جاؤ قوت سے مراد تیر ہیں آگاہ ہو جاؤ قوت سے مراد تیر ہیں ۔

عہد حاضر میں تیروں کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ اب قوت کی تفسیر میزائلوں ہائیڈروجن وایٹم بموں، جنگی طیاروں، بحری جہازوں، آبدوزوں اور ٹینکوں اور دیگر جدید متعارف جنگی اسلحہ سے کی جائے گی کیونکہ ہم قدیم اسلحہ تلواروں، نیزوں اور تیروں سے نہ واقف ہیں اور نہ ہی ان کی موجودہ دور کی جنگوں میں کوئی حیثیت ہے اگر مشائخ جدید جنگی آلات سے واقف ہوتے تو وہ قوت کی تفسیر رمی یعنی تیروں سے نہ کرتے، اسی طرح اگر مشائخ ہمارے دور کو پاتے، ہمارے سفر سے آگاہ ہوتے اور موجودہ دور کے جدید ذرائع نقل وحمل سے واقف ہوتے اور اس مسافت کو سرعت رفتاری سے قطع کرنے سے آگاہ ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ پا پیدل اور اونٹ کی رفتار کا اعتبار نہ کرتے اور نہ اس سے تفسیر کرتے، اور اس لئے بھی کہ ہمارے عرف میں اس طرح کے سفر کو سفر کہا بھی نہیں جاتا جیسا کہ کوئی شخص مثلا میر پور سے اسلام آباد کسی کام سے جاتا ہے اور شام کو گھر آجاتا ہے حالانکہ ان دونوں شہروں کے درمیان تقریبا ڈیڑھ سو کلو میٹر کا

(۱) الدر المنثور : ج : ۲ ، ص : ۳۴۸ ، ۔ الانفال : ۹۳

فاصلہ ہے اور یہ مسافت عموماً دو گھنٹوں میں طے ہو جاتی ہے جبکہ یہ حضرات ۷۴ء۹۸ کلومیٹر پر سفر شرعی کا حکم لگاتے ہیں، نہ تو عموماً عرف میں وہ خود اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگ انہیں مسافر گردانتے ہیں، کیا یہ ان پر تحکم محض نہیں ہے کہ وہ مسافر ہیں اگر چہ نہ تو وہ خود اپنے آپ کو مسافر سمجھیں اور نہ ہی دوسرے لوگ انہیں مسافر گردانیں، اگر چہ ان کا ارادہ اس مسافت کو طے کر کے دو تین گھنٹوں کے بعد واپس گھر واپس آنے کا ہی کیوں نہ ہو، کیا یہ شریعت کے ساتھ واضح مذاح نہیں ہے؟

اور انکا یہ قول ''پانی میں بھی اسی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اور سرعت رفتاری کا اعتبار نہیں ہوگا'' میں کہتا ہوں ان کا یہ قول قدوری وصاحب ھدایہ وعنایہ وکفایہ وخلاصہ وصاحب بحر ونھر وجوہرہ وقاضی خان ومجتبیٰ و مراقی الفلاح اور طحطاوی وغیرہم کے قول کے خلاف ہے، یہ الفاظ صاحب ھدایہ کے ہیں:

ولا یعتبر السیر فی الماء. أی لا یعتبر به السیر فی البر. فامّا المعتبر فی البحر فما یلیق بحاله کما فی الجبل انتهیٰ (۱)

اور بحری سفر بری سفر میں معتبر نہیں ہے، سمندری سفر میں اس کے مناسب حال سفر معتبر ہوگا جیسا کہ پہاڑی سفر میں اس کے مناسب حال سفر معتبر ہوگا۔

اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب کفایہ نے کہا:

أی لا یعتبر بالسّیر بالماء السیر فی البر. بأن کان لموضع طریقان أحدهما فی الماء. وهو یقطع بثلاثة أیام ولیالیها فیما اذا کانت الرّیاح مستویة لا غالبة و لا ساکنة. والثانی فی البر. وهو یقطع بیوم أو یومین. فانّه اذا ذهب فی طریق الماء یترخص وفی البر لا. ولو انعکس التقدیر ینعکس الحکم أیضاً. وکذلك اذا اختلف الطریقان فی البر یعتبر الحکم بحسب ذلك أیضاً ـــــ فالمعتبر فی البحر ما یلیق بحاله أی ثلاثة أیام ولیالیها فی السّیر فی البحر بعد أن کانت الرّیاح مستویة لا غالبة ولا [illegible] کما فی الجبل.

---

(۱) الهدایة مع فتح القدیر ج ۲ ص [illegible]، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المسافر

ترجو الولید وقد اعیاک والده ☆ وما رجاؤک بعد الوالد الولد

فانہ یعتبر ثلاثۃ أیام ولیالیھا فی السّیر فی الجبل وان کانت تلك المسافۃ فی السّھل تقطع بما دونھا کذا فی الخلاصۃ انتھی (۱)

یعنی بحری سفر بری سفر میں معتبر نہیں ہے، اس طرح کہ کسی جگہ کو دو راستے جاتے ہوں، ایک سمندری ہو جو تین دن اور تین راتوں میں طے ہوتا ہے جبکہ ہوائیں معتدل ہوں نہ تیز ہوں اور نہ ہی ٹھہری ہوئی ہوں، اور دوسرا راستہ خشکی کا ہو جو ایک دن یا دو دنوں میں طے ہوتا ہو، جب وہ سمندری راستے سے سفر کرے گا تو اسے قصر کرنے کی اجازت ہوگی اور خشکی کے راستے سفر کرنے کی صورت میں رخصت نہیں ہوگی، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے تو حکم بھی برعکس ہوگا، اسی طرح اگر خشکی کے دو مختلف راستے ہوں تو ان کے حساب سے ہی حکم لاگو ہوگا الی ان قال: بحری سفر میں اس کی حالت کے مطابق تین دن اور راتوں کا سفر معتبر ہوگا جبکہ ہوائیں معتدل ہوں نہ زیادہ تیز ہوں اور نہ ہی ٹھہری ہوئی ہوں جیسا کہ پہاڑی سفر میں اس کی حالت کے مطابق تین دن اور تین راتوں کا سفر معتبر ہوگا اگرچہ وہی مسافت میدانی علاقے میں اس سے کم وقت میں طے کی جاتی ہو اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ انکی عبارت ختم ہوئی۔

عنایہ اور جوہرہ وغیرہما میں بھی اسی کی مثل ہے۔

وقال قاضی خان فی فتاواہ: الرّجل اذا قصد بلدۃ والی مقصدہ طریقان: أحدھما مسیرۃ ثلاثۃ أیام ولیالیھا، والآخر دونھا، فسلك الطّریق الأبعد کان مسافرا عندنا، وان سلك الأقصر یتمّ۔

فتاوی قاضی [illegible] میں ہے: اگر کوئی شخص کسی شہر کا قصد کرے اور اس کی منزل مقصود تک دو راستے جاتے ہوں ایک تین دن اور تین راتوں کے سفر پر ہو اور دوسرا اس سے کم مسافت پر، اور وہ دور والے راستے سے چلا تو ہمارے [illegible] وہ مسافر ہوگا اور اگر وہ چھوٹے راستے سے چلا تو نماز مکمل [illegible] گا

قال ابن نجیم: ھذا جواب واقعۃ [illegible] بخوارزم [illegible] الجرجانیۃ الی [illegible] اثنی عشر فرسخا فی البر وفی جیحون أکثر من عشرین فرسخا

---

(۱) الکفایۃ فی ذیل فتح القدیر [illegible] باب صلوۃ المسافر

از پدرش چہ خیری [illegible] کہ از پسرش ببینی؟

فجاز لرکاب السفینة والملاحین القصر والافطار فیه صاعداً ومنحدراً کذا فی المجتبیٰ انتھی (۱)

ابن نجیم نے بحرالرائق میں لکھا کہ یہ خوارزم کے ملاحوں کے واقعہ کا جواب ہے پس جرجانیہ سے مدانق تک خشکی کے راستے بارہ فراسخ بنتے ہیں اور دریائے جیحون کے راستے بیس سے زائد فراسخ، تو کشتی کے سواروں اور ملاحوں کے لئے آتے جاتے نماز قصر پڑھنا اور روزہ افطار کرنا جائز ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سمندر میں اس کے حسب حال تین دن کا سفر معتبر ہے اور پہاڑوں اور میدانی علاقوں اور فضائی سفر میں ان کے حسب حال تین دن کا سفر معتبر ہے ان کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جائے گا بخلاف اس کے جو سعیدی صاب نے گمان کیا۔

سعیدی صاحب نے پھر کہا کہ ابن ہمام کی رائے کا جمہور کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔(۲)

میں کہتا ہوں کہ حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جہاں کہیں بھی پایا جائے، باوجود اس کے کہ ابن ہمام اہل اجتہاد میں سے ہیں ان کا تفرد مضر نہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے ان کے الفاظ ہیں:

:وقدمنا غیر مرة الکمال من أهل الترجیح کما أفاده فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریه بأنه من أهل الاجتهاد انتهی (۳)

ہم اس سے پہلے کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ کمال الدین ابن ہمام اہل ترجیح میں سے ہیں جیسا کہ بحر کی قضاء میں افادہ کیا ہے بلکہ آپ کے بعض ہم عصروں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ اہل اجتہاد میں سے ہیں۔

اور اس سب کے باوجود ابن ہمام کے موقف کی بناء مذہب، دلیل، علت قصر اور نظر صحیح ہے

علامہ سعیدی نے مزید لکھا ہم کہہ چکے ہیں مسافت سفر جمہور علماء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی مفتیٰ ہے

(۱) البحر الرائق: ج: ۲، ص: [illegible] کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر

(۲) شرح صحیح مسلم للسعیدی: ج: ۲، ص: ۳۸۵، کتاب صلوٰۃ المسافرین

(۳) رد المحتار: ج: [illegible]

[illegible]

ہے اور یہ شرعاً چون میل بنتے ہیں الخ(۱)

میں کہتا ہوں یہ قول مذہب منصور اور نص صریح کے مخالف ہے اور یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ فتوی صرف قول امام پر دیا جائے گا اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک یا کسی اور کے قول کی طرف صرف ضعف دلیل یا اس کے خلاف عمل کی صورت میں ہی عدول کیا جائے گا جیسے مزارعت، اگر چہ مشائخ صراحتاً کہتے ہی رہیں کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔

ومن المعلوم ان الفتوی علی قول الامام مطلقا ولا یعدل عنه الی قولهما او قول أحدهما أو غیرهما الّا لضرورة من ضعف دلیل أو تعامل بخلافه كالمزارعة. وان صرّح المشائخ بأنّ الفتوی علیٰ قولهما. كذا فی البحر الرّائق انتهیٰ (۲)

جہاں تک اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتوی کا تعلق ہے تو محققین نے اس کو رد کیا ہے شمس الائمہ سرخسی نے کہا:

ولا معنی للتّقدیر بالفراسخ. فانّ ذلك یختلف باختلاف الطّرق فی السّهول و الجبال و البحر و البرّ. و انّما التّقدیر بالایّام و المراحل. و ذلك معلوم عند النّاس. فیرجع الیهم عند الاشتباه انتهی (۳)

فراسخ سے سفر کی تحدید کا کوئی معنی نہیں بیشک یہ میدانوں، پہاڑوں، سمندروں اور خشکی کے راستوں میں اختلاف کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں سفر کی تقدیر دنوں اور مراحل سے ہوگی اور وہ لوگوں کے ہاں معلوم ہیں اشتباہ کی صورت میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

وقال صاحب الهدایة: ولا یعتبر الفراسخ وهو الصحیح ۔(٤)

صاحب ھدایہ نے کہا فراسخ کا اعتبار نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للسعیدی: ج: ۲، ص: ۳۸۵، کتاب صلوٰۃ المسافرین،

(۲) البحر الرائق: ج: ۱، ص ۴۲۷ أیضاً ---------- باب أوقات الصلوٰۃ

(۳) المبسوط: ج: ۱، ص: ۲۱۵، کتاب الصلوٰۃ، باب: صلوٰۃ المسافر

(٤) الهدایة مع فتح القدیر: ج: ۲، ص: ۵، کتاب الصلوٰۃ، باب: صلوٰۃ المسافر

وقال ملك العلماء الكاساني في البدائع: والتقدير بالفراسخ غير سديد، لأنّ ذلك يختلف باختلاف الطرق انتهى (۱)

بدائع میں ہے فراسخ کے ساتھ تحدید وتقدیر درست نہیں کیونکہ یہ راستوں کے اختلاف کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں۔

نعم! نقل صاحب الكفاية عن المحيط وصاحب البحر عن النّهاية الفتوى على ثمانية عشر فرسخاً، ونقل في البحر عن المجتبىٰ فتوىٰ أكثر أئمّة خوارزم علىٰ خمسة عشر فرسخاً، ثم قال ابن نجيم: وأتعجّب من فتواهم في هذا وأمثاله بما يخالف مذهب الامام خصوصاً المخالف للنصّ الصّريح انتهىٰ (۲)

ہاں البتہ صاحب کفایہ نے محیط سے اور صاحب بحر نے نھایہ سے اٹھارہ فراسخ کے قول پرفتوی نقل کیا ہے اور بحر میں مجتبی سے اکثر ائمہ خوارزم کا فتوی پندرہ فراسخ پرفتوی نقل کیا ہے پھر ابن نجیم نے کہا مجھے ان کے اس فتوی اوراس جیسے فتاوی پر تعجب ہے کہ جو مذہب امام اور بالخصوص نص صریح کے مخالف ہے۔

اور یہ فتوی متون وشروح کے بھی مخالف ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا

قال في رد المحتار: وما في الفتاوى اذا خالف ما في المشاهير من الشروح لا يقبل انتهى (۳)

ردالمحتار میں ہے جو فتاوی میں ہے اگر وہ مشاہیر شروح وغیرہ کے خلاف ہوتو مقبول نہیں ہوگا۔

وفي الدر المختار: حيث تعارض متنه وشرحه فالعمل على المتون كما تقرر مرارا انتهى (٤)

درمختار میں ہے جہاں متون وشروح میں تعارض ہوتو عمل متون پرکیا جائے گا جیسا کہ کئی بار گذرا۔

(۱) بدائع الصنائع: ۱، ص: ۲٦۳، كتاب الصلوٰة، بيان مدة السفر

(۲) البحر الرائق: ج: ۲، ص ۲۲۸ أيضاً ____________أيضاً____________

(۳) رد المحتار: ج: ٤، ص: كتاب النكاح، باب: الرضاع

(٤) الدر المختار: ج: ٤، ص: كتاب النكاح، باب: الرضاع

وقال فی البحر الرائق : اذا تعارض ما فی المتون و الفتاوی فالمعتمد ما فی المتون كما فی أنفع الوسنل . و كذا يقدم ما فی الشروح علی ما فی الفتاوی انتهی (۱)

بحر الرائق میں ہے جب متون وفتاوی میں تعارض آجائے تو معتمد متون ہیں جیسا کہ انفع الوسائل میں ہے اسی طرح شروح کے مسائل کو فتاوی پر تقدم حاصل ہوگا۔

قال فی الحموی شرح الأشباه و النظائر : غير خاف ان ما فی المتون و الشروح ولو كان بطريق المفهوم مقدم علی ما فی الفتاوی وان لم يكن فی عبارتها اضطراب انتهی (۲)

حموی نے الاشباہ والنظائر کی شرح میں کہا جو کچھ متون وشروح میں ہے اگر چہ بطور مفہوم ہی کیوں نہ ہو فتاوی پر مقدم ہیں اگر چہ ان کی عبارت میں اضطراب بھی نہ ہو۔

اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ اٹھارہ فراسخ کے قول پر فتوی مذہب ودلیل اور متون وشروح کے قول کے مخالف ہے اور آپ یہ بھی جان چکے کہ محققین نے فراسخ کے اعتبار کو رد کر دیا ہے تو منصف مزاج اور حق کی اتباع کرنے والے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایک ایسے مسئلے کے اثبات میں اپنی ساری توانائیاں صرف کرے جو مذہب کے مخالف ہو اور دلیل صریح کے مخالف بھی، اللہ ہی صحیح راستہ کی ہدایت دینے والا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب نے مزید کہا ہے ابن ہمام کا استدلال اس پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علت قصر مشقت نہیں بلکہ اس کی علت سفر ہے ۔(۳)

میں کہتا ہوں ان کا یہ قول شمس الائمہ سرخسی علامہ کاسانی صاحب جوہرہ نیرہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی اور ابن رشد وغیرہم کے قول کے خلاف ہے شمس الائمہ سرخسی کے الفاظ ہیں:

والمعنی فيه أنّ التّخفيف فيه بسبب الرّخصة لما فيه من الحرج و المشقّة أن

(۱) البحر الرائق : ج : ، ص : كتاب القضاء ، فصل فی الحبس

(۲) غمز عيون البصائر شرح الأشباه و النظائر ، ج : ۱ ، ص : ۴۸۰ ، كتاب الحجر و المأذون

(۳) شرح صحيح مسلم للسعيدی : ج : ۲ ، ص : ۳۸۵ ، كتاب صلوٰة المسافرين ،

یحتاج الیٰ أن یحمل رحله من غیر أهله و یحطّه فی غیر أهله. و ذلك لا یتحقّق فیما دون الثلاثة. لأنّ فی الیوم الأوّل یحمل رحله من غیر أهله و یحطّه فی غیر أهله. و فی الیوم الثانی اذا کان مقصده یحطّه فی أهله. و اذا کان التقدیر بثلاثة أیام ففی الیوم الثّانی یحمل رحله من غیر أهله و یحطّه فی غیر أهله. فیتحقّق معنی الحرج فلهذا قدرنا بثلاثة أیام و لیالیها (۱)

اس میں معنی یہ ہے کہ سفر میں نماز کی تخفیف رخصت کے سبب ہے کیونکہ اس میں حرج ومشقت ہے کہ مسافر کو غیر اہل سے رخت سفر باندھنا پڑتا ہے اور غیر اہل میں اترنا پڑتا ہے اور یہ تین دن سے کم سفر میں متحقق نہیں ہوتی، کیونکہ پہلے دن وہ اپنے اہل سے رخت سفر باندھتا ہے اور غیر اہل میں اترتا ہے اگر دوسرے دن ہی اس کی منزل مقصود آئے گی تو غیر اہل سے رخت سفر باندھے گا اور اپنے اہل میں اترے گا، اور جب سفر تین دن کے ساتھ مقدر ہوگا تو دوسرے دن اپنا رخت سفر غیر اہل سے باندھے گا اور غیر اہل میں ہی اترے گا تو حرج کا معنی متحقق ہو جائے گا اسی لئے ہم نے تین دن اور تین راتوں کے ساتھ سفر کو مقدر کیا ہے۔

و قال فی البدائع: و به تبیّن أنّ الاعتبار لاجتماع المشقّات فی یوم واحد. و ذلك بثلاثة أیام. لأنّه یلحقه فی الیوم الثّانی مشقّة حمل الرّحل من غیر أهله و السّیر و حطّه فی غیر أهله الخ انتهی (۲)

بدائع میں ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اعتبار ایک دن میں کئی مشقتوں کے جمع ہونے کا ہے اور یہ تین دنوں کی تقدیر کی صورت میں ہے کیونکہ دوسرے دن میں اسے غیر اہل سے حمل رحل اور چلنے اور غیر اہل میں اترنے کی مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔

قال فی الجوهرة النیّرة: انّ الرّخصة شرعت لازالة مشقّة الوحدة. و کمال المشقّة الارتحال من غیر الأهل و النّزول فی غیرهم. و ذلك فی الیوم الثّانی

(۱) المبسوط: ج: ۱، ص: ۲۱۵، کتاب الصلوٰة، باب: صلوٰة المسافر

(۲) بدائع الصنائع: ۱، ص: ۲۶۳، کتاب الصلوٰة، بیان مدة السفر

☆ بہ شیریں زبانی ولطف وخوشی.......... توانی کہ پیلی بہ موئی کشی ☆

لأنّ فی الیوم الأوّل الارتحال من الأھل و النّزول فی غیرھم، و فی الیوم الثّالث الارتحال من غیر الأھل و النّزول فیھم، و ھذا انّما یتصوّر اذا کان له أھل فی الموضع الّذی قصدہ انتھی کلامه (١)

جوہرہ نیرہ میں ہے رخصت وحدت کی مشقت کے ازالہ کے لئے مشروع ہوئی ہے اور کمال مشقت غیر اہل سے سفر کرنے اور غیر اہل میں ہی اترنے کی صورت میں پائی جاتی ہے اور یہ دوسرے دن کے سفر میں ہی پائی جاتی ہے کیونکہ پہلے دن سفر کا آغاز گھر سے ہوتا ہے اور غیر اہل میں نزول ہوتا ہے اور تیسرے دن غیر اہل سے سفر کا آغاز ہوتا ہے اور اپنے اہل خانہ میں اترتا ہے اور یہ اس وقت متصور ہے جب اس نے ایسی جگہ کا قصد کیا ہو جہاں اس کے اہل خانہ موجود ہوں ۔

و قال الدّکتور وھبة الزّحیلی: الحکمة من القصر ھو دفع المشقّة و الحرج الّذی قد یتعرّض له المسافر غالباً انتھیٰ (٢)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے کہا قصر کی حکمت اس مشقت اور حرج کو دور کرنا ہے جو مسافر کو غالبا لاحق ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ علت قصر مشقت ہے نہ کہ سفر، اور اگر سعیدی صاحب کی بات تسلیم بھی کی جائے کہ علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے تو بھی ہر سفر موجب رخصت نہیں بلکہ تین دن اور تین راتوں والا سفر ہے جہاں تک اس سفر کا تعلق ہے جو دو تین گھنٹوں میں یا مثلا پندرہ بیس منٹوں میں طے ہو جاتا ہے وہ موجب قصر نہیں

قال فی رد المحتار: المراد من التقدیر بأقصر أیام السنة انما ھو فی البلاد المعتدلة التی یمکن قطع المرحلة المذکور فی الیوم من أقصر أیامھا، فلا یرد أن أقصر أیام السنة فی بلاد بلغار قد یکون ساعة أو أکثر أو أقل، فیلزم أن یکون مسافة السفر فیھا ثلاث ساعات أو أقل، لأن القصر الفاحش غیر معتبر کالطول الفاحش، و العبارات حیث أطلقت تحمل علی الشائع

(١) الجوھرة النیرة: ج:١، ص:٢١٥، کتاب الصلوٰۃ، باب: صلوٰۃ المسافر

(٢) الفقه الاسلامیة و أدلته: ج:٢، ص:١٣٤١، کتاب الصلوٰۃ، باب: صلوٰۃ المسافر

الغالب دون الخفی النادر انتھی (۱)

ردالمحتار میں ہے سال کے چھوٹے ایام سے مراد ان ممالک کے ایام ہیں جو معتدل ہیں جن میں مرحلہ مذکورہ دن کے ایک بڑے حصے میں اس کے چھوٹے دنوں میں طے ہونا ممکن ہو، اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ بلغاریہ کے علاقوں میں سال کے چھوٹے دن کبھی ایک آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد یا کم ہوتے ہیں، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان علاقوں میں سفر تین گھنٹوں یا اس سے کم مسافت کا ہوگا کیونکہ قصر فاحش طول فاحش کی طرح معتبر نہیں، اور عبارات فقہاء جہاں مطلق ہوں انہیں شائع غالب پر محمول کیا جائے گا نہ نادر وخفی پر انتھی۔

علامہ سعیدی صاحب نے مزید کہا کہ اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے کہ موجب قصر مشقت ہے تو بھی ابن ہمام کا قول صحیح نہیں کیونکہ صاحب کرامت طیی اس مسافت کو ایک لمحہ میں بغیر مشقت کے طے کر لیتا ہے اسی لئے اس پر قصر نہیں کیونکہ قواعد شرعیہ کلیہ ہیں اور بعض جزئیات کا خروج حکم کلی کے منافی نہیں ۔(۲)

میں کہتا ہوں یہ تقریر بھی آپ کو فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی ہمیں مضر ہے کیونکہ عہد حاضر میں جدید ذرائع نقل و حمل کے ذریعے یا پیدل اور اونٹوں کی رفتار سے تین دنوں میں طے ہونے والی مسافت ایک دو گھنٹوں میں عموماً طے ہو جاتی ہے بلکہ ہوائی جہاز کے ذریعے تو منٹوں میں طے ہو جاتی ہے اور سفر معہود انھیں وسائل نقل وحمل ہی کے ذریعے ہوتا ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بعض جزئیات کا خروج حکم کلی کے منافی نہیں بلکہ عہد حاضر میں اتنی مسافت کو تین دنوں میں طے کرنا سفر کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہوگی تو جس طرح اس دور میں پیدل یا اونٹوں کے ذریعے تین دنوں میں طے ہونے والی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کرنا غیر معہود تھا عصر حاضر میں اتنی مسافت کو تین دنوں میں طے کرنا غیر معروف ہے۔

خلاصۃ البحث:

اس بحث سے ظاہر ہو گیا کہ جو موقف ابن ہمام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ ایجاب قصر اور سفر کے دیگر

---

(۱) رد المحتار: ج: ۲، ص ، کتاب الصلوٰۃ، باب: صلوٰۃ المسافر

(۱) شرح صحیح مسلم: ج: ۲، ص: ۳۸۷، کتاب صلوٰۃ المسافرین۔

احکام میں تین دن کا سفر معتبر ہے ہی صحیح ہے اور یہی موقف شریعت کی فقہ کے موافق ہے احناف کا مذہب بھی یہی ہے اور دلیل مذہب کا بھی یہی تقاضا ہے، لہذا عصر حاضر میں تین دن کی پیدل مسافت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ جدید بری وبحری اور فضائی وسائل نقل وحمل کے ذریعے ان کے حسب حال تین دنوں کا درمیانی رفتار کے ساتھ سفر معتبر ہوگا۔

شریعت کا مقصد چونکہ طویل سفر میں لاحق ہونے والی مشقت وحرج کو دور کرنا ہے اس لئے اس نے قصر کو مشروع کیا اور یہ حرج ومشقت احناف کے نزدیک کم از کم تین دن کے سفر میں ہی پائی جاتی ہے نہ کہ کسی ایسے سفر میں جو دو تین گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور انسان دن کے چوتھائی یا نصف حصہ میں سفر کرنے کے بعد مقیم ہو جاتا ہے اور بقیہ دن آرام اور سکون کے ساتھ اپنے گھر میں گذارتا ہے متقدمین علماء کرام نے اگرچہ پیدل سفر کا اعتبار کیا کیونکہ ان کے دور میں سفر کی مروجہ تین صورتوں میں متوسط صورت پیدل سفر کی ہی [illegible] انہوں نے اس کی یہی علت بیان کی کہ یہ سفر کی مروجہ تین صورتوں میں سے درمیانی صورت ہے اور متوسط کام اللہ کے نزدیک مستحسن ہے لہذا تیز ترین سفر معتبر ہوگا اور نہ ہی سست ترین، یہی وجہ ہے کہ علماء نے میدانی، سمندری اور پہاڑی سفر میں ان راستوں کی [illegible] سے تین دن کے سفر کا اعتبار کیا، کسی خاص مسافت کو معتبر نہیں ٹھہرایا بلکہ خشکی کے سفر میں [illegible] فراسخ [illegible] کی کیونکہ یہ تحدید راستوں کے اختلاف کی بنا پر مختلف [illegible] ہے اسی طرح پہاڑی سفر کو میدانی سفر پر قیاس نہیں کیا اور نہ ہی سمندری سفر میں خشکی اور میدانی یا پہاڑی سفر کو معتبر مانا، کیونکہ [illegible] سفروں میں [illegible] مختلف مسافت طے ہوتی ہے اگر کوئی خاص مسافت معتبر ہوتی اور تین دن [illegible] تو ان تینوں سفروں میں فرق کا کوئی معنی نہ ہوتا اور نہ فراسخ کی نفی کا کوئی معنی ہوتا، لہذا موجودہ دور میں بھی فضائی [illegible] اور سمندری سفر میں جدید وسائل نقل وحمل کے ساتھ ان کی حیثیت کے مطابق تین دن کا سفر ہی معتبر ہوگا کوئی خاص مسافت معتبر نہیں ہوگی۔ ھذا ما عندی، واللہ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم اعلم [illegible] اگر یہ موقف عند اللہ صحیح ہے تو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق وعنایت سے ہے اور اگر غلط ہے تو میرے نفس [illegible]

وشیطان کی طرف سے اور فقیر کا مشائخ کے کلام کو نہ سمجھنے کی بنا پر ہے اللہ ورسول اس سے بری ہیں اور مشائخ کا کلام بھی اس سے منزہ ہے اور قصور میری عدم فہم کا ہے اہل علم سے درخواست ہے کہ طعن و اعتساف کے بجائے حق اخوت اسلامی کا پاس رکھتے ہوئی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں انشاء اللہ تعالی قبول حق میں سرنگوں پائیں گے

اللهم تقبل هذا العمل واجعله خالصة لرضاك واجعله لى ولوالدى و اساتذتى ومشائخى ذخرة يوم الدين بجاه النبى الكريم عليه افضل الصلوٰة والتسليم كما يحب ربنا ويرضى ۔ الهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

جواہر پارے

سچائی .... عزت ہے

جھوٹ .... عجز ہے

رازداری .... امانت ہے

حق جوار .... قرابت ہے

امداد، .... دوستی ہے

عمل .... تجربہ ہے

حسن خلق .... عبادت ہے

خاموشی .... زینت ہے

بخل .... فقر ہے

سخاوت .... دولت مندی ہے

نرمی .... عقل مندی ہے

☆ این دغل دوستان کہ می بینی مگسانند گرد شیرینی ☆